www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رعد

از قلم

عشاء افضل

www.novelsclubb.com

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر پانچ

....

وہ ساکت و جامد آنکھیں کھولے بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔اسے تو ہر گز اندازہ نہیں تھا کہ حدید کے بابا کا اس کے بابا سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ایسا کیا تعلق تھا ان دونوں کے درمیان جس سے وہ لاعلم تھی۔ایسا کونسا رشتہ تھا ان کا آپس میں کہ حدید عالم اس کو اچھی طرح جانتا تھا۔اور اگر ایسا کوئی گہرا تعلق تھا تو وہ کیوں اس سے واقف نہیں تھی۔انہی سوچوں میں مشغول وہ بولی۔

"کیا تعلق تھا؟"

اس نے رک رک کر پوچھا۔تاثرات ڈھیلے پڑ چکے تھے۔سارا غصہ پل بھر میں ختم ہوا۔جذبات بدل گئے۔سچ جاننے کی چاہت نے سر اٹھایا۔وہ اپنے بابا کے معاملے میں بہت پوزیسو تھی۔اگر کوئی اس کے بابا کے بارے میں جانتا ہے تو وہ اس کے لیے اہم تھا۔پھر چاہے وہ حدید عالم ہی کیوں نہ ہو۔ہر منظر ساکت ہوا،ہر آواز جامد ہوئی،ہر ذی روح نے خاموشی اوڑھی،ہر سانس مدھم پڑی،وقت کا یہ دھارا منجمد ہوا۔اس وقت میں بس دو لوگ رہ گئے ایک وہ جو سب جانتا تھا اور ایک وہ جو سب جاننے کی خواہاں تھی۔

"ایک ایسا گہرا تعلق جس کے ہونے سے دونوں نے سزا کاٹی۔"

www.novelsclubb.com

حدید نے گہرا سانس بھر کر کہا۔افسوس،دکھ،کرب کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں۔وہ دونوں ہی اپنے باپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔اور اس بات کا اندازہ ان کے درمیان ایک اندیکھے سے تعلق سے بخوبی ہو رہا تھا۔

"کیسی سزا؟"

مصنوعی رنگ سے سجی آنکھیں جھپکنے کی بھی کوشش نہ کی۔اس کی نگاہیں حدید عالم کے تاثرات بھانپ رہی تھیں۔وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاو سے کچھ کچھ اندازہ لگانا چاہتی تھی۔لوگوں کو پرکھنے کا یہ طریقہ ہمیشہ اس کے لیے کارساز ثابت ہوا تھا۔

"وہ دونوں قتل کر دیے گئے۔کیا اس سے بڑی سزا ہو سکتی تھی؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔نہیں۔۔۔وہ بتا رہا تھا۔اور ایسے بتا رہا تھا کہ وہ سننے کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی اس سب کو سننے کی طاقت خود میں جمع نہ کر پا رہی تھی۔لیکن اسے اس طاقت کو ہر صورت جمع کرنا تھا۔یہ ضروری تھا۔

"بات کو مت گھماو۔میں ان پہیلیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

بے بس لہجہ اور آنکھوں کی نمی۔وہ کسی تکلیف کن مرحلے سے گزر رہی تھی اور ایسا مرحلہ جس سے رہائی ناممکن تھی۔یوں لگتا تھا کہ وہ اسی مرحلے میں تھم جائے گی، مر جائے گی۔اس کی یہ حالت حدید کی آنکھوں نے بے بسی سے دیکھی۔

www.novelsclubb.com

"تم اس سب میں مت پڑو زخرف"

وہ نرمی سے گویا ہوا۔

وہ اس کو سمجھانا چاہتا تھا کہ جس کرب سے وہ گزر رہا ہے وہ نہیں چاہتا کہ زخرف بھی اسی اذیت کا نشانہ بنے۔ جس سچ نے برسوں اسے کانٹوں پہ چلایا وہ سچ اب زخرف کی زندگی کا حصہ نہیں بننا چاہئے۔اس کا بس چلتا تو وہ اس کے ہر غم کا تریاق ڈھونڈ لاتا۔ مگر اس معاملے میں وہ بھی بے بس تھا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں۔ تم بتانا شروع کرو۔"

دھیمی آواز میں کہا یا شاید التجا کی۔وہ مزید صبر نہیں رکھتی تھی۔اس کے صبر کا پیمانہ اب باہر ابلنے کو تھا۔

"اور سننے کے بعد کیا کرو گی؟"اس کے بے داغ چہرے پہ سجی آنکھوں کی نمی میں دھندلاتے اپنے عکس کو دیکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔ وہ ہر چیز کو مد نظر رکھ کر ہی کچھ بتانے کا سوچ سکتا تھا۔

"آگاہی کے بعد انسان کیا کرتا ہے؟"

وہ کھوئی کھوئی پوچھ رہی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اور ہی منظر میں گم ہو۔

"تم جانتی بھی ہو زخرف نور کہ انسان آگاہی کے بعد کیا کرتا ہے؟"

اس کے چہرے پہ جمی نظر پل کو نیچی کی جانب سرکی۔

www.novelsclubb.com

نور نے نفی میں سر ہلایا۔

"بیٹھو"

وہ اسے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ اور حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ فوراً مان بھی گئی اور کرسی پہ بیٹھ گئی۔ شاید اس کے لیے کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا اور

اس کی یہ پریشانی حدید نے حل کر دی تھی۔ کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کی ہیل اس کا وزن برداشت کرنے سے قاصر ہو رہی تھی۔ خود وہ سربراہی کرسی پہ آ کر بیٹھا۔ اپنی داہنی کہنی ٹیبل پہ رکھ کر دوسرے ہاتھ سے کنپٹی مسلی۔ چند لمحات اس کے چہرے کے تاثرات پرکھے پھر بولا۔

"میری طرف دیکھو۔"

وہ جو زمین پہ نگاہیں گاڑے ہوئی تھی اس نے آہستگی سے اپنی آنکھیں اس کے چہرے پہ نقش کیں۔

"تمہیں خود کو برباد نہیں کرنا چاہیے زخرف۔"

وہ صلح جو لہجے میں بولا۔

"تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ میں خود کو آباد کروں یا برباد۔"

www.novelsclubb.com

وہ تنک کر بولی۔اسے اب صرف سچ سننا تھا کسی قسم کی نصیحت نہیں۔اس کے جذبات بے قابو ہو رہے تھے۔حقیقت کے قریب پہنچ کر انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے۔

"تم جذباتی لڑکی ہو۔"وہ اس کے رد عمل پہ بولا۔

"میں جیسی بھی لڑکی ہوں تمہیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"اس نے اس بار بد تمیزی بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔"آسانی سے مان لیا۔

"میں غلط کہتی بھی نہیں۔"وہ فوری بولی جس پہ حدید اس کی خوش فہمیوں پہ کوفت کا شکار ہوا۔وہ ضرورت سے زیادہ سیلف اوبسیس تھی۔اس موقع پہ بھی اپنی تعریف کرنا نہیں چھوڑ رہی تھی۔

"تم سب ٹک ٹاکرز ہی ایسے ہوتے ہو؟"

اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو غور سے دیکھتے تعجب سے پوچھا۔

"کیا مطلب کیسے ہوتے ہیں؟" اس نے اچنبھے سے استفسار کیا۔ نگاہیں اس نے بھی حدید کے چہرے پہ ٹکا رکھی تھیں۔ وہ بھی اس طرح جیسے ابھی نگاہوں سے ہی مار دے گی۔

"بیوقوف" بغیر کسی لحاظ اور مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائی۔ وہ اپنی کہی بات اور اس کے تپے ہوئے چہرے سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی! تم مجھے بیوقوف کہہ رہے ہو؟" خود کی جانب اشارہ کر کے آگ بگولا ہوتے ہوئے پوچھا۔ لہجہ کی کاٹ کافی نوکیلی تھی لیکن وہ اسے ڈاج دے گیا۔

"تمہارے علاوہ یہاں کوئی اور ہے؟" اس نے سرسری نگاہ ارد گرد ڈالتے اس سے استفسار کیا۔ نور نے اپنے دانت پیسے۔ وہ بہت ہی بدلحاظ تھا۔

"خود کو زیادہ ہی عقل مند سمجھ رکھا ہے؟" اس نے ٹیبل پہ آگے کی جانب جھکتے پوچھا۔

"کوئی شک ہے کیا؟" فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ نہایت صفائی سے بات بدل چکا تھا۔ اور وہ سمجھ بھی نہ سکی۔ ایسے ہی نہیں وہ کہتا تھا کہ زخرف نور کو بیوقوف بنانا بہت آسان ہے۔

"نہیں کوئی شک نہیں کہ حدید عالم لوگوں کو بیوقوف بنا کر خود کو اسمارٹ سمجھنے لگا ہے۔"

وہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھانے سے باز نہ آئی۔

"تو تم مان رہی ہو کہ تم بیوقوف ہو۔" وہ اس کے جواب پہ بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا۔ نور کو مزید تپ چڑھی۔

"تم میرا مذاق بنا رہے ہو؟" وہ کنفرم کرنا چاہ رہی تھی۔

"ہر گز نہیں" وہ فوراً سنجیدہ ہوا۔ کرسی کی پشت نے اسے آگے کو دھکا دیا کہ ۔۔۔لو بھگتو! دو اپنے مسکرانے کا جواب۔

"کوشش بھی مت کرنا حدید عالم۔ تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو۔ میں پاگل بھی ہوں۔ اور پاگل لوگوں سے بچ کر رہنا چاہئے۔" وہ اس کو تنبیہ کر رہی تھی کہ مجھ سے مت الجھو ورنہ پچھتاوے تمہارا مقدر بن جائیں گے۔

"آئی ایم سوری۔ میں اس بات پہ نہیں ہنسا تھا۔"

جانے کیوں لیکن وہ معذرت کرنے لگا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس کی مسکراہٹ کو اپنی ہتک سمجھ بیٹھی ہے۔

"میں معاف نہیں کرتی حدید عالم۔ ہر شے یہاں" اپنی کنپٹی پہ انگلی سے دستک دی۔ "اس دماغ میں محفوظ کر لیتی ہوں۔ وقت آنے پہ سود سمیت واپس لوٹاتی ہوں۔" اور حدید کو لگا کہ اس سے واقعتاً بڑی غلطی سرزد ہو چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے سود سمیت لوٹا دینا۔" اس نے درمیانی راستہ نکالا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"تمھیں کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب میں چلتی ہوں۔"

لاپرواہی سے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟"

وہ فوراً سے پہلے کرسی سے اٹھا۔ یا یہ کہ کرسی نے اس بار حدید کو اپنے اوپر بٹھانے سے انکار کیا۔ بھلا اتنی خوبصورت ٹک ٹاکر سے کوئی ایسے بات کرتا ہے۔ بدتمیز!

"کس چیز کا؟" لاعلمی چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

"شادی" محض یک لفظی جواب۔

"یہ پروپوزل تھا یا آفر؟" ابرو اچکا کر پوچھا۔

"کم از کم پروپوزل نہیں تھا۔ باقی جو مرضی سمجھ لو۔"

آنکھوں کے جذبات، زبان کے الفاظ سے میل نہیں کھا رہے تھے۔

"تو بس جس دن تم مجھے سب کے سامنے پرو پوز کرو گے اس دن سوچوں گی۔ اور ایک بات یاد رکھنا مسٹر حدید عالم تم نے میری مدد نہ بھی کی تو بھی میں اپنے بابا کے قاتل کا پتا لگا لوں گی۔ اور یقین جانو تم نے مجھے بہت انڈر ایسٹیمیٹ کیا ہے۔ اس کا حساب تمہیں دینا ہو گا۔ کیونکہ مجھے وہ لوگ بالکل نہیں پسند جو مجھے بیو قوف سمجھیں۔"

اپنی بات مکمل کر کے حدید عالم کو حق دق چھوڑے وہ اپنی ہیل کی ٹک ٹک کی آواز چھوڑے پلٹ گئی۔

آفس کا ماحول گھٹن زدہ ہو رہا تھا یا شاید یہ اس کی ذاتی کیفیت تھی۔ اور ایسا ہی تو ہوتا ہے انسان اپنے اندرونی ماحول کے مطابق ہی بیرونی ماحول کو محسوس کرتا ہے۔ اندر اگر سکون نہیں تو دنیا کے کسی کونے میں بھی سکون میسر نہیں آتا۔ گھٹن اتنی شدید

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہو چکی تھی کہ اس نے اپنی ہائی نیک کے بازو کہنیوں تک چڑھا لیے۔ پھر ہائی نیک کا گلہ نیچے کھسکایا۔اس سردی میں بھی اسے اپنے جسم کی حرارت تیزی پکڑتی محسوس ہوئی۔ پھر بھی فرق نہ پڑا تو اس نے رموٹ سے الیکٹرک ہیٹر بند کیا۔ کچھ دیر گزری تو ماحول کچھ سازگار ہوا۔وہ کھڑکی کے پاس گیا۔اس نے زخرف کو واپس جاتے دیکھا۔

تقریبا پانچ منٹ گزر چکے تھے مگر وہ ابھی تک اسی وقت میں ساکت تھا جس میں وہ اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ زخرف نور کو جان گیا ہے اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تو اس کے بارے میں جانتا ہی نہیں ہے۔اسے لگا تھا کہ وہ جذباتی لڑکی ہے۔اسے لمحہ نہیں لگے گا اور وہ سچائی جاننے کی خاطر اس سے شادی کی بھی حامی بھر لے گی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔اور شرط ایسی تھی جس کو پورا کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔اور شرط پوری ہونے کے بعد بھی وہ اس کے پروپوزل بارے

www.novelsclubb.com

میں فقط سوچ گی۔ جواب کیا ہوگا یہ وہ بخوبی جان چکا تھا۔ اسے اب اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ زخرف نور کو بیوقوف سمجھ کر سب ترتیب دے رہا تھا۔

اس نے کنپٹی مسلی۔ اس کے سر میں درد اٹھ رہا تھا۔ اسے اپنی روزانہ کی ڈوز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ واپس ٹیبل تک آیا۔ کیونکہ جس کو وہ کھڑکی سے جھانک رہا تھا وہ منظر عام سے غائب ہو چکی تھی۔

"ایک ایسپریسو لے کر آو۔"

اس نے انٹر کام سے ہدایت جاری کی۔ سر درد کر رہا تھا اور موڈ۔۔۔ اس کا تو بیڑا غرق ہو چکا تھا۔

وہ اپنی آنکھیں مسل رہا تھا جب اس کے فون پہ گھنٹی بجی۔ اس نے فون بند کر دیا۔ اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ رہا تھا۔ وہ کسی بزنس ڈیلنگ کو غائب دماغی سے نہیں کر سکتا ہے۔ وہ کرسی پہ جا کر براجمان ہوا اور اس کی پشت سے ٹیک لگائی۔ کرسی کو اس پہ رحم آیا کیونکہ وہ انسان تھوڑی نا تھی۔

اس کا سیکرٹری اس کی ایسپریسو لے کر آیا۔ایسپریسو اس کے ٹیبل پہ رکھنے کے بعد اس نے گلا کھنکھارا۔یہ بات کرنے کا اشارہ تھا۔حدید نے کرسی کی پشت سے ٹیک چھوڑی۔اور فوراً سے پہلے ایسپریسو کا کپ تھاما۔پھر سر کے خم سے اسے اشارہ دیا کہ بولو تم بھی بول لو جو بولنا ہے۔

"سر! کنزہ میم آپ سے ملنے آئی ہیں۔"

اس نے مودبانہ لہجے میں اطلاع دی۔

"تو انہیں اندر بھیجو۔میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔" اس کا موڈ چڑچڑا ہو رہا تھا۔جس کا اظہار کسی اور کو ہو نہ ہو لیکن اس کے سیکرٹری کو بخوبی ہو چکا تھا۔سیکرٹری نے فوری باہر نکلنے میں عافیت جانی اور کنزہ کو اندر جانے کا عندیہ دیا۔

کنزہ نے ناک کیا تو اسے نور کا ناک کرنا یاد آیا۔اس نے دانت آپس میں دبائے۔ شاید وہ اپنے جذبات پہ پریشان ہو رہا تھا۔بھوری لانگ سکرٹ کے ساتھ سفید ٹاپ اور سکن جوگرز پہن کر اس کی طرف بڑھتی ہوئی کنزہ تو کہیں پس پشت رہ گئی۔

اسے تو نور کی ہیل کی ٹک ٹک کانوں میں گونجتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس طلسم میں جکڑا بیٹھا تھا جس میں زخرف اسے قید کر کے گئی تھی۔

"ہائے ہینڈسم"

وہ اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ لیکن اس کے کان تو مسٹر حدید عالم سن رہے تھے۔ اس نے جھنجھلا کر سر جھٹکا۔

کیا وہ نور سے اوبسیس ہو رہا تھا؟

"استغفر اللہ" اس نے ہلکی آواز میں پڑھا۔

"ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا اسی لیے ایسا ہو رہا ہے۔" دل میں خود کو تسلی دی۔

"کہاں گم ہو حدید؟" وہ اس کی غائب دماغی پر کھ چکی تھی۔ اپنا بیگ زمین پہ کرسی کے برابر میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"سامنے تو موجود ہوں۔" وہ بیزار سا بولا۔

"بظاہر تو سامنے ہی ہو مگر تمہارا دماغ یہاں نہیں لگ رہا۔" وہ پہلے اس کی طرف پھر اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"میرا دماغ حاضر ہی ہے۔ کافی منگواوں؟"

وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ اسے کسی سے یہ نہیں سننا تھا کہ وہ غائب دماغی کا شکار ہو رہا تھا۔

"یہ بھی پوچھنے والی بات ہے۔"

وہ خوشدلی سے بولی کہ نیکی اور پوچھ پوچھ

اس نے ٹیبل کے دائیں کنارے موجود انٹر کام اٹھایا اور پھر ہدایت جاری کی۔

"ایک کافی سپیشل فار کنزہ میم"

اس نے کنزہ کی آمد پہ ہر بار دی جانے والی ہدایت دہرائی۔

"کتنے اچھے لگتے ہو کنزہ میم کہتے ہوئے۔"

شیشے کے ٹیبل پہ کہنی ٹکا کر اس پہ اپنا چہرہ رکھے وہ اسے چھیڑنے لگی۔

"کہو تو کنزہ میم کہنا شروع کر دوں؟" ابرو اچکا کر پوچھا۔

"خدا کا خوف کرو۔ میں تم سے آٹھ سال چھوٹی ہوں۔ تمہیں مجھے میم نہیں کہنا چاہئے۔" اس نے جھر جھری لیتے ہوئے کہا۔ سوچ کر ہی عجیب لگ رہا تھا۔

"اور تمہیں مجھے ینگ بزنس مین نہیں کہنا چاہئے۔" وہ بھی دوبدو بولا۔

"وہ تو میں تمہیں تنگ کرنے کے لیے کہتی ہوں۔" معصومیت سے کہا۔ حدید نے سمجھنے والے انداز میں سر کو خم دیا۔ پھر سوال داغا۔

"خیریت؟ کوئی کام تھا؟" وہ ایسپریسو واپس ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔ یہ میزبانی کا تقاضا تھا کہ جب تک مہمان کے پاس اس کی مطلوبہ شے نہ آجاتی اسے بھی صبر رکھنا تھا۔

"میں تمہارے آفس صرف کام سے ہی آوں گی؟" وہ ناراضی اور مان بھرے لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"تصحیح کرو کنزہ۔ یہ آفس تمہارا ہے میرا نہیں"

اور وہ اس سے کہہ نہ سکی کہ کنزہ کی ہر شے کا پہلا حق دار حدید عالم ہے۔

"میں بابا سے تمہاری شکایت کروں گی۔" مسکان کی جگہ دل آزاری نے لے لی۔ وہ اس سے اتنی سٹریٹ فارورڈنیس کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

"کیوں؟" سوالیہ انداز

"تم تیرا میرا پہ آگئے ہو۔" وہ بچوں کی طرح ناراض ناراض سی بولی۔

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔"

اس نے اس کی ناراضی کی پرواہ کیے بغیر کہا۔ وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

اسی وقت دروازے پہ دستک ہوئی۔ حدید نے نووارد کو آنے کی اجازت دی تو سیکرٹری کنزہ کی کافی اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ کر مودبانہ سا باہر چلا گیا۔

"کچھ تو کہنے آئی ہو گی۔ میرا نہیں خیال کہ تم بلا مقصد آفس آ و گی۔"

www.novelsclubb.com

وہ ایسپریسو کا گھونٹ بھرتے ہوئے پچھلی بات کو موضوع بحث سے نکالتے بولا۔

صد شکر کہ اب وہ اپنی عزیز ترین ایسپریسو پی سکتا تھا۔

"تمہیں پکنک پہ لے جانے کے لیے منانے آئی ہوں۔"اس کے چہرے پہ جوش بھرے تاثرات رقم ہوئے۔

"کنزہ ایک چیز کے پیچھے مت پڑ جایا کرو۔"

وہ کوفت کا شکار ہوا۔یہ لڑکیاں اتنی ہٹ دھرم کیوں ہوتی ہیں آخر؟

"تم کیوں ہٹ دھرمی دکھاتے ہو؟"

"یہ ہٹ دھرمی نہیں ہے۔وقت کا ضیاع ہے۔"

"اوکم آن حدید دو چار گھنٹوں سے کوئی وقت ضائع نہیں ہوتا۔"وہ اسے سمجھانے کی نیت سے بولی۔

"ملنے ملانے کے لیے گھر اچھی جگہ ہے۔"اس نے مشورہ دیا۔

www.novelsclubb.com

"پھر لوگ پکنک پہ کیوں جاتے ہیں؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"کیونکہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں۔" بغیر متاثر ہوئے جواب دیا۔

"تم مجھے بیوقوف ہی سمجھ لو۔ لیکن تم، میں اور بابا کل پکنک پہ جا رہے ہیں۔ دو گھنٹے ہم اکٹھے وقت گزاریں گے۔ یہ بابا کی صحت کے لیے بہت اچھا رہے گا۔ پھر بے شک تم دونوں واپس چلے جانا اور میں اپنی دوست کے ساتھ پاکستانی فلم کی شوٹنگ دیکھوں گی۔" وہ اپنا پورا منصوبہ اس کے گوش گزار کر گئی۔ حدید ایک دم سیدھا ہوا۔ ہاتھ میں موجود کپ چھلکتے بچا۔ اندر موجود ایسپریسو نے سکون کی سانس بھری۔

www.novelsclubb.com

"کونسی پاکستانی فلم کی شوٹنگ؟" انجانے پن کا مظاہرہ کیا۔

"دیکھا پاکستان کا نام سن کر ہی سیدھے ہو گئے ہو۔ میں سچ کہتی ہوں نا کہ حدید عالم کو پاکستان اور سے جڑی ہر شے سے پیار ہے۔" وہ اسے جتانے لگی۔

"واٹ ایور" لاپرواہی سے کہا۔

"میں نے دریائے سپری کے کنارے پکنک سپاٹ سوچا تھا۔وہیں پہ اس فلم کی شوٹنگ ہے۔ایک ساتھ دو کام ہو جائیں گے۔" وہ ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے پرجوش سی بولی۔

"تمہیں کیا سوجھی فلم کی شوٹنگ دیکھنے کی۔ تمہیں تو ان چیزوں سے کوئی لگاو نہیں ہے۔" اب وہ بات کو بدل رہا تھا۔

"میری دوست پاکستانیوں سے اوبسیس ہے۔اس نے درخواست کی تھی۔ میں نے سوچا کہ کچھ تو خاص ہے پاکستانیوں میں مجھے بھی دیکھنا چاہیئے۔" وہ اپنے منصوبوں سے اس کو آگاہ کر رہی تھی۔

حدید نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ایک تو یہ پاکستانی!

"تم چل رہے ہو نا؟" بڑی امید سے پوچھا۔

"اگر تم مجھے پہلے کہتی کہ یہ پکنک ڈیڈ کی صحت کے لیے اچھی ثابت ہو گی تو اسی وقت مان جاتا۔"

"بابا کو اتنا نہ چاہا کرو۔" وہ نرم لہجے میں بولی۔

"جلو مت"

"جل نہیں رہی۔بس سوچ رہی ہوں کہ مجھ سے زیادہ بھی کوئی بابا سے محبت کرتا ہے۔"

"وہ چاہے جانے کے قابل ہیں کنزہ"

لہجے میں صرف محبت تھی،عزت تھی،چاہت تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"میں غلط کہتا بھی نہیں۔"

اور یہاں حدید کو احساس ہوا کہ وہ زخرف نور کا کہا ہر لفظ حفظ کر چکا تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ پٹخنے کے بعد اس نے اپنا بیگ بیڈ پہ پھینکا۔ بیوقوف بن جانے کا احساس ہی اسے تضحیک آمیز لگ رہا تھا۔نہ جانے وہ کب سے اس کی پلاننگ کا حصہ بنی رہی؟

"تم نے اچھا نہیں کیا حدید عالم!" وہ خود سے مخاطب تھی۔ لیکن یوں گویا وہ اس کے سامنے ہو۔اسے اس وقت اگر کسی سے سخت نفرت محسوس ہو رہی تھی تو وہ حدید عالم تھا۔وہ کیسے اسے جانتے بوجھتے انجان بننے کی اداکاری کرتا آیا تھا۔وہ اس سے ہوئی اپنی پچھلی دو ملاقات کو سوچنے لگی۔ وہ کتنا بڑا اداکار تھا۔اس جیسی اداکارہ کو بھی بھنک نہیں پڑنے دی اور اسی کے ساتھ اداکاری کر گیا۔

اسی وقت اس کے موبائل پہ بیپ ہوئی۔اس کا دل چاہا کہ فون بھی پٹخ دے مگر ہو سکتا تھا کہ وہ پیغام عائشہ یا نانا کا ہوتا اس لیے وہ اسے پڑھنے میں تاخیر نہیں کر سکتی

تھی۔وہ اپنے چاہنے والوں کے معاملے میں کوتاہی نہیں برتتی تھی۔اس نے پیغام کھولا۔

"ملاقات کیسی رہی؟"شکر تھا کہ اسے خود ہی پیغام مل گیا۔اب وہ اس سے تفصیلات پوچھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"تم جانتے تھے کہ حدید عالم سب جانتا ہے؟"وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں مجھے اندازہ تھا۔"مقابل نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"تم نے مجھے بتانا بھی گنوارا نہیں کیا۔"وہ سخت کبیدہ خاطر ہوئی۔

"تمہیں خود اپنی عقل استعمال کرنی چاہیئے تھی۔ہر چیز میں نہیں بتا سکتا۔"مقابل نے بھی تڑخ کر جواب دیا۔

"تمہیں ہمارا معاہدہ یاد ہے؟"وہ اسے یاددہانی کروانا چاہتی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہمارا جو معاہدہ ہوا تھا میں نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں چھوڑی اور یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو۔"

مقابل درست تھا اور وہ اس بات سے متفق تھی۔ اس نے کبھی معاہدے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی تھی۔ یہ زخرف کی ہی غلطی تھی کہ اس نے خود کو اسمارٹ اور مقابل کو بیوقوف سمجھا۔ مگر حقیقت اس کے برعکس نکلی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کڑھتی فون کی بجتی گھنٹی نے اسے یاد دلایا کہ وہ یہاں فلم کی شوٹنگ کے لیے آئی ہے۔

"نور ہم کب سے سیٹ پہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر ایکٹر وقت کی پابندی نہیں کرے گا تو فلم خاک بنے گی۔" توصیف سخت برہم تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے کام میں یہ کام سراسر فراموش کر چکی تھی۔

"سوری۔ بس دس منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔" اس نے معذرت کر کے فون کاٹا۔

"بھاڑ میں گئی شوٹنگ۔ادھر میری زندگی فلم بنی ہوئی ہے اور ان کو اپنی فلم کی پڑی ہوئی ہے۔"

دل کے پھپھولے پھوڑے۔چند منٹ مزید کڑھتی رہی پھر دماغ کی الجھنوں کو خیر آباد کہہ کر فریش ہو کر تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے نکلی۔اسے اپنا میچ خراب نہیں کرنا تھا۔

وہ ہسپتال سے سیدھا گھر جانے کی تیاری میں تھیں۔آج زیادہ مریض نہیں تھے اس لیے وہ کچھ پر سکون تھیں۔تھکاوٹ بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔اپنا سفید کوٹ اتار کر وہ چادر سے خود کو ڈھانپ رہی تھیں جب ہمایوں کمال کی اچانک آمد پہ ان کے ہاتھوں کی حرکت تھمی۔

"کیسی ہو عائشہ؟"وہ اس کی خیریت طلب کرتے ہوئے بولے۔

عائشہ کے لیے ہمایوں کی موجودگی اتنی اچانک تھی کہ وہ چند لمحات حیرت سے انہیں تکتی رہی۔ہاتھ تو وہیں ساکت ہو گئے۔بلکہ ہاتھ ہی کیا آنکھوں کی پتلیاں بھی جامد ہوئیں۔

"یوں ہی دیکھتی رہو گی کیا؟" وہ ناراض لہجے میں بولے۔پھر دروازے سے اندر کو بڑھے اور اس کے بالکل سامنے موجود کرسی کی جانب رخ کیا۔

"آپ؟" ان کی زبان سے حیرت زدہ سا لفظ نکلا۔

"کیا بھائی کی پہچان ہی بھول گئی ہو؟" وہ ناراضی سے بولے۔

"ایسا نہیں ہے۔بس آپ اچانک آئے۔آنکھیں جو منظر دکھا رہی ہیں چاہتی ہوں دماغ بھی یہی منظر دکھائے۔" وہ سخت شرمندہ ہوئیں۔

"خیر سے تمہاری ڈاکٹری کی باتیں مجھ نکمے کی تو سمجھ سے باہر ہیں۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولے۔

"ایسا مت کہیں۔"یوں بولیں جیسے انہوں نے اپنے بارے میں یہ الفاظ بول کر ان کا دل توڑا ہو۔

"کوئی چائے، کافی نہیں پلاؤ گی؟" وہ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"کیوں نہیں" وہ ان کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھیں۔ پھر فون اٹھا کر ایک کال ملائی جس پہ ورکر کو فوری چائے لانے کا کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مجھے دیکھ کر تمہاری حیرت کا اظہار اتنی طوالت اختیار کر جائے گا۔" وہ حیران کن لہجے میں بولے۔

"غیر یقینی چیزوں کو براہ راست دیکھ لینے کے بعد انسان اگر حیرت کا شکار نہ ہو تو وہ ذہنی طور پہ بیمار ہوتا ہے۔" انہوں نے گہری بات کی۔

"بات تو درست کہی۔ خیر تم ٹھیک ہو؟ نور کیسی ہے؟" وہ حال احوال دریافت کرنے لگے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اللہ کا شکر ہے ہم ٹھیک ہیں۔" انہوں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

"کوئی پریشانی تو نہیں ہوتی۔ اگر پیسے وغیرہ چاہئے ہوں؟"

وہ کھلے دل سے آفر کر رہے تھے اور عائشہ کو اپنی تذلیل محسوس ہونے لگی۔

"مجھے اور میری بیٹی کو پیسے سے محبت نہیں ہے بھائی۔"

انہوں نے باور کروایا کہ وہ ماں بیٹی پیسے کی لالچی نہیں ہیں۔ ان کی بیٹی کو تو پیسے سے رتی بھر بھی محبت نہیں تھی کیونکہ وہ آدم محمود کی اولاد تھی۔ اور وہ کیسے پیسے کی محبت میں غرق ہو سکتی تھیں جو آدم محمود کی شریک حیات رہ چکی تھیں۔

"مگر پیسہ تو ضرورت ہوتا ہے۔" انہوں نے جتلایا۔ گویا انہیں عائشہ کا جواب کچھ خاص پسند نہ آیا تھا۔

"جتنا پیسہ ضروری ہے اللہ اتنا دے دیتا ہے۔ آپ کی فکر و احساس کی بے حد ممنون ہوں۔" انہوں نے آسان الفاظ میں بات مکمل کی۔

www.novelsclubb.com

"بھائی ہوں۔فرض بنتا ہے میرا کہ اپنی بہن کی دیکھ بھال کروں۔آخر کو بیوہ ہو۔سو مسائل کا سامنا ہو گا۔نہ جانے لوگ کس نظر سے دیکھتے ہونگے۔"انہوں نے دید لحاظ بھلا کر کہا۔عائشہ نے تکلیف سے انہیں دیکھا۔کم از کم ماں جائے سے عزت تو وہ بھی چاہتی تھیں۔ہمیشہ ایسا ہی تو ہوتا آیا تھا کہ دل کے قریب لوگوں نے سب سے پہلے دل توڑنے کا فریضہ سرانجام دیا۔

"آدم محمود کا نام ہی مجھے عزت دلانے کے لیے کافی ہے۔ان کی بیوہ کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔آپ فکر نہ کیا کریں۔"وہ رشک سے کہہ رہی تھیں یا شاید جتلا رہی تھیں۔وہ خاموش ہو گئے۔مگر ان کے زہر خند الفاظ کا جال ان کے گرد موجود رہا۔

دروازے پہ دستک ہوئی اور پھر دروازہ وا ہوا۔دروازے کا کھلنا ہی تھا کہ ماحول میں چھائی ہتک آمیز رویے کی لہریں اس کمرے سے باہر کو بھاگیں۔کمرے نے ان سے آزادی پہ تشکر کا اظہار کیا۔ورکر چائے لے کر آیا اور ٹیبل پہ کپ رکھنے لگا۔وہ

www.novelsclubb.com

دونوں خاموشی سے اس منظر کو دیکھنے لگے۔ایک طویل خاموشی تھی جوان کے مابین حائل ہو چکی تھی۔

عائشہ نے بھائی کی پسند کے مطابق چینی حل کر کے کپ ان کے آگے کیا جسے نام نہاد بھائی نے تھام لیا۔

"تم بابا سے کیوں نہیں ملتی عائشہ ؟"

سرسری نگاہ کپ پہ ڈالنے کے بعد اپنی بہن کو دیکھ پر تجسس استفسار کیا۔

"یہ میرا اور ان کا مسئلہ ہے۔"

اس بار انہوں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔انہوں نے اپنی بیٹی کو کبھی اس معاملے میں بولنے کی اجازت نہیں دی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ وہ دنیا کے کسی بھی فرد کو ان کے معاملے میں مداخلت کا اختیار نہیں دینے والی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"تم نے تو گھر آنا بھی چھوڑ دیا۔ آخر کو میکہ ہے تمہارا۔مائدہ یاد کرتی ہے تمہیں۔"

اب کہ دوسرا سوال داغا۔ ساتھ ہی انہیں یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے لاتعلق ہیں۔

"بھابھی کا ظرف ہے۔"

چائے کا گھونٹ بھرنے سے قبل جواب دیا۔ پھر گھونٹ بھر کر اس گرم مادے کو حلق سے نیچے اتارا۔ جس نے خوراک کی نالی سے گزرتے معدے تک رسائی حاصل کی۔

"مائدہ کے بارے میں تمہاری مثبت سوچ جان کر خوشی ہوئی۔" انہوں نے جواب دیا۔ پھر چائے کا گھونٹ بھرا۔ چینی بالکل ٹھیک مقدار میں تھی۔ انہیں حیرت ہوئی جسے وہ چھپا گئے۔

خاموشی کا ایک طویل وقفہ پھر سے حائل ہوا تو دونوں مناسب لفظ ڈھونڈنے لگے تاکہ بات جاری رکھی جا سکے۔ پھر یہ معرکہ عائشہ نے ہی سر کیا۔

"برہان کب واپس آئے گا؟"

ماحول میں چھائی کلفت کچھ حد تک چھٹ گئی۔

"ضد میں تم پہ گیا ہے برہان۔ فلحال تو واپس نہیں آئے گا۔"

وہ اپنے بیٹے کے ارادوں سے واقف لگتے تھے۔

"اللہ اسے کامیاب کرے۔"

دل سے دعا دی۔ ساتھ ہی کپ واپس میز پہ دھرا۔

"آمین۔ اب میں چلتا ہوں۔" چائے ادھوری چھوڑ کر وہ کھڑے ہو گئے۔ جس پہ چائے کے دیوانوں نے ان کی گستاخی پہ بمشکل خود کو باز رکھا۔

"آپ گھر آجایا کریں بھائی۔ مائدہ بھابھی کو بھی لے کر آیئے گا۔" انہوں نے دل سے کہا تھا مگر نہ جانے ان کے دل نے اس کو پر کھا تھا یا نہیں۔

"کیوں نہیں؟"

وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر چلے گئے اور عائشہ نے مہینوں بعد بھائی سے ملاقات پہ اپنی خوشی کو چھپانا جرم سمجھا۔

وہ برلن کے تھانے میں داخل ہوا تو وہاں موجود چند افسران اور ورکرز نے اس کو سلام کیا۔اس نے عادت کے مطابق محض سر کے خم سے ہی جواب دیا۔

اپنے ازلی حلیے کے برعکس اس نے آج نیلی ٹی شرٹ کے ساتھ سفید جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔سفید جینز کے ساتھ سیاہ لوفرز پہن رکھے تھے۔اس کے قدم مطلوبہ کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔پھر ایک کمرے کے باہر رک کر اس نے دروازے پہ دستک دی۔

"آجاو" اندر سے مصروف سی آواز آئی۔حدید نے دروازہ کھولا۔

"تمہیں میں نے رپورٹ لانے کو کہا تھا۔"

کرسی پہ موجود شخص سخت مصروف تھا۔اسی لیے آنے والے کو دیکھے بغیر اپنے سامنے موجود کاغذات پہ نگاہیں دوڑاتے بولا۔

"لے کر آیا ہوں باس"

وہ آواز اور لہجہ تبدیل کر کے بولا۔

"ہاں ادھر ٹیبل پہ رکھ دو۔اور ایک کپ ایسپریسو لا دو۔"

انہوں نے ابھی تک نگاہیں نہیں اٹھائی تھیں۔حدید نے نفی میں سر ہلایا۔ایک وہ تھے ہر وقت مصروف اور اپنے کام سے مخلص اور ایک ان کا سپوت جسے فضولیات سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔

"ایک کپ اپنے لیے بھی لے آؤں باس؟"

اب کہ وہ اپنے مخصوص لہجے میں اردو زبان میں بولا تو مراد وجدانی نے جھٹکے سے نگاہیں سامنے موجود شخص پہ ڈالیں۔ایک پل کو انہیں سمجھ نہ آئی اور اگلے ہی لمحے وہ سب سمجھ گئے۔

"تم میری مصروفیت کا فائدہ اٹھا رہے ہو؟" وہ مصنوعی برہمی سے بولے۔ان کے با رعب چہرے پہ چھائی یہ برہمی خاصی جچ رہی تھی۔

"میری اتنی مجال"

وہ دونوں ہاتھ کھڑے کر کے ہنسی چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"بیٹھو" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔جس پہ وہ شرافت کا مظاہرہ کرتے بیٹھ گیا۔

"کہو کیسے آنا ہوا؟"

سامنے دھرے ورقوں کو ایک ترتیب سے اکٹھا کرتے ہوئے ایک نظر اس کی طرف ڈال کر بولے۔

"لگتا ہے آپ سے ملنے کے لیے جرم کرنے کی ضرورت ہے۔ خیر سے مجھے تو پروٹوکول بھی کافی ملے گا۔"

وہ ان کی مصروفیت سے خائف بولا۔

"فضول مت بکو۔" انہوں نے اسے جھڑکا۔ کاغذات کا پلندہ کچھ دیر کے لیے میز کے دائیں جانب رکھا۔ چند منٹ ان کاغذ کے ٹکڑوں کو بھی آرام میسر آیا اور انہوں نے یقیناً دل سے حدید عالم کو دعا دی ہو گی۔

"میں کب فضول بولتا ہوں؟" آہ کیا معصومیت تھی اس کے لہجے میں۔ آفیسر مراد نے اسے گھورا۔

"یاد ہے حدید جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ تم بالکل ایک ڈرے سہمے بچے کی مانند تھے جس کا بہت کچھ چھن گیا ہو اور باقی سب چھن جانے کا خدشہ ہو۔" اب کے کہنے پہ حدید نے محض سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا۔

"وقت بدل گیا ہے نا" وہ بولا تو بس اتنا سا ہی۔

"ہاں اور تم بھی بدل گئے ہو۔" وہ اس کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ جانے کیا پرکھنا چاہ رہے تھے۔

"اچھا۔ اور وہ کیسے؟" ٹیبل پہ آگے کو جھک کر پوچھا جیسے اپنے بارے میں جاننا اس کا پسندیدہ کام ہو۔

"پہلے تمہیں بلوانے کے لیے مجھے جتن کرنے پڑتے تھے اور اب تمہاری زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔" ان کے بولنے کی دیر تھی حدید کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"بس آپ کی صحبت کا اثر ہے۔" ڈھٹائی بھرا جواب

"کسی دن پٹ جاو گے مجھ سے لڑکے"

نادیبی نگاہوں سے گھورا۔

"چونیتس سالہ مرد کو لڑکا نہیں کہتے آفیسر"

اس نے تصحیح کی۔

"دو لگے گیں ساری مسخریاں نکل جائیں گیں تمہاری۔"وہ بھی دوبدو بولے۔

"ارے رہنے دیں۔بس باتیں ہی کرتے ہیں آپ۔"اس نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے کہا۔

"عملی مظاہرہ کرنا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟"سوالیہ انداز

"کیونکہ اس حدید کے لیے میں نے برسوں انتظار کیا ہے۔اس کو یونہی دیکھتا چاہتا ہوں۔"حدید نے ان کو دیکھا۔ان کے چہرے پہ شفقت کے رنگ نمایاں تھے۔

www.novelsclubb.com

"کیا یار دونوں بھائی ایک جیسے ہیں۔ہر وقت مسکا لگاتے رہتے ہیں۔اور کوئی کام نہیں ہے کیا آپ دونوں کو؟"

وہ ماحول کو مزاح میں ڈھال گیا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔یہ لڑکا۔۔۔آہ غلطی سرزد ہو گئی۔یہ چونتیس سال کا مردان کی سوچ و سمجھ سے بالاتر تھا۔

"پہلے وہ سوغات تو منگوائیں جس کی لت آپ مجھے بھی لگا چکے ہیں۔"اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شیور"انہوں نے ٹیلی فون اٹھایا اور فرمان جاری کیا۔

"دو ایسپریسو لے کر آو۔"

فرمان جاری کرنے کے بعد وہ حدید سے مخاطب ہوئے۔

"اچھا تم بتا رہے تھے۔۔۔"

"پہلے ایسپریسو آ جانے دیں یار۔ پھر باتیں کرتے ہیں۔" وہ اونگھتے ہوئے بولا۔ مراد کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سخت روٹین کا حصہ ہے۔ نا جانے اس کے بھائی کے بزنس کو پروان چڑھانے کے لیے حدید نے کتنی راتیں جاگیں اور کتنے دن تھکاوٹ میں گزارے تھے۔

انہیں اس پہ پیار کیا۔ اور وہ کونسا وقت تھا جب انہیں اس پہ پیار نہیں آتا تھا۔

وہ سچ کہتے تھے حدید عالم، ابراہیم وجدانی کی کسی نیکی کا صلہ تھا۔

www.novelsclubb.com

____

دریائے سپری۔۔۔ برلن کا خوب صورت دریا۔۔۔ شفاف اور ٹھنڈے پانی کا مرکز۔۔۔ سردی میں دیکھنے والوں کو مزید ٹھنڈ کا احساس دلانے والا۔۔۔

جنوری کے آخر میں سردی کی شدت بڑھنے سے یہاں کا ماحول خاصا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ ہوائیں گرم لہروں کو دھتکار کے سرد لہروں کو لاڈ لا رکھے ہوئے تھیں۔

وہ کافی دیر سے مسحور اس دریا کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یہ دریا اپنی جانب کھینچتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے زیادہ جگہیں نہیں دیکھی تھیں اور اتنی خوبصورت جگہ تو بالکل بھی نہیں۔ آج برفباری بھی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ خوش تھی، مطمئن تھی، پرسکون۔۔۔ہاں شاید وہ کچھ پرسکون بھی تھی۔

اس کی ایک خوبی تھی وہ جب مثبت پہلوؤں پہ سوچتی تھی تو منفی باتوں کو بھلا دیا کرتی تھی۔ وہ خود کو کچھ وقت صرف مثبت سوچیں دیا کرتی تھی۔ جس میں وہ دنیا کے ہر اس شخص کو بھول جاتی تھی جس نے کبھی اسے کوئی بھی ایذا پہنچایا ہو۔ جس سے کبھی اس نے کوئی دشمنی پالی ہو۔ جس نے کبھی اس کو طعنہ وطنز کا شکار کیا ہو۔ اس وقت وہ حدید عالم کو بھی فراموش کر چکی تھی۔ مگر یہ حدید کو گنوارا نہ تھا سو وہ فوراً وارد ہوا۔

www.novelsclubb.com

مصنوعی لینز سے رنگین سرمئی آنکھیں گھمانے پہ اس کی نگاہوں نے جو منظر دیکھا اس پہ وہ شدید کوفت کا شکار ہوئی۔ وہیں دور سے چل کر آتے ہوئے ان تین لوگوں کے مجمعے کے درمیان میں موجود دائیں بائیں موجود لوگوں کی باتیں سنتے حدید کی نگاہ پھسل کر اس پہ گئی اور وہ دور سے بھی بتا سکتی تھی کہ اس کے چہرے پہ یک دم ہی مسکراہٹ رقص کناں ہوئی تھی۔ نہ جانے یہ اس کے ساتھ چلتے لوگوں میں سے کسی بات کے جواب میں تھی یا اس کو دیکھ کو وہ طنزیہ مسکرایا تھا۔ مگر جو بھی تھا زخرف کا دل چاہا اسے اسی خوبصورت دریا کے حوالے کر دے۔ مگر پھر یہ سوچا کہ وہ اس منصوبے پہ عمل نہیں کر سکتی تو افسوس اس کے چہرے پہ پھیل گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ خاموشی سے ان کو اگنور کر کے اپنے سیٹ کے پاس چلی گئی۔ اس کی بلا سے بھاڑ میں جائے وہ۔

سیٹ پہ سب کچھ تیار تھا۔ بس سین فلمائے جانے سے قبل کی آخری تیاری باقی تھی جو برق رفتاری سے ہو رہی تھی۔

آج رودابہ کا بھی سین شوٹ ہونا تھا۔اور سین میں اس کی اور نور کی پہلی ملاقات دکھائی جانی تھی۔نور سفید رنگ کی لانگ سکرٹ جو ٹخنوں سے قدرے اونچی اور گھٹنوں سے تھوڑی نیچے تک تھی اس میں ملبوس تھی ساتھ سبز رنگ کی ٹاپ پہن رکھی تھی۔اور اس لباس میں وہ سردی کا بھی شکار ہو رہی تھی۔مگر اب مجبوری تھی اسے یہی لباس پہن کر سین شوٹ کروانا تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو وہ ایک آدھ کمبل تو خود پہ اوڑھ ہی لیتی۔کانوں میں آج بھی اس نے برہان کے دیے سفید ٹاپس پہن رکھے تھے۔برہان دیکھ لیتا تو رشک سے مر جاتا۔

"وہ لڑکی تو اپنے ملک کی بہت اچھے سے نمائندگی کر رہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

پکنک سپاٹ پہ سامان سیٹ کرنے کے بعد کنزہ نے ابراہیم صاحب اور حدید کی توجہ ادھر مبذول کروائی۔ان دونوں نے سرسری نگاہ اس پہ ڈالی اور واپس رخ موڑ لیا۔ وہ دونوں بزنس کے حوالے سے کوئی اہم بات کر رہے تھے۔

"پاکستان کا جھنڈا لگ رہی ہے بالکل۔"

کنزہ نے اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے تبصرہ پیش کیا۔ وہ یقیناً پچھلے دو منٹ سے لگاتار وہیں نظریں ٹکائے ہوئے تھی۔ حدید جو ابراہیم صاحب سے بات کر رہا تھا اس نے دوبارہ نور کی جانب دیکھا اور پھر زیر لب مسکرا دیا۔ وہ واقعتاً پاکستان کا جھنڈا لگ رہی تھی۔

"حدید یہ تو وہی بچی ہے نا جسے اس رات تم نے بچایا تھا۔"

زخرف کو کچھ دیر دیکھنے کے بعد ابراہیم صاحب، حدید سے مستفسر ہوئے۔ انہوں نے غالباً اس سبز و سفید لباس والی لڑکی کو پہچان لیا تھا۔ حدید نے دوبارہ غور سے زخرف کو دیکھا۔ یہ لاعلمی کا مظاہرہ تھا جو اسے کرنا تھا کیونکہ یہ لازم و ملزوم تھا۔

"شاید" کندھے اچکا کر کہا گویا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔

"کیا مطلب بچایا؟" کنزہ نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔ پھولوں کی باسکٹ کو ٹیبل کے درمیان میں رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ وہیں رک گئے۔

www.novelsclubb.com

"ایک گاڑی اس بچی کو تقریباً کچل دینے کو تھی حدید نے دیکھ لیا تو اس نے اس کو فوراً پیچھے ہٹایا۔ بیچاری بچی بہت ڈر گئی تھی۔ ماں باپ بھی نہیں ہیں نا یہاں" وہ افسوس بھرے لہجے میں مختصراً واقعہ بتانے لگے۔

"کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں بچت ہو گئی تھی۔" جواب حدید نے دیا۔

"شکر"

اس نے سکھ کا سانس بھرا۔ پھر ان سے معذرت کرتے وہ گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ اسے کھانے پینے کے لوازمات اس ٹیبل پہ لا کر رکھنے تھے۔ حدید نے اس کے ساتھ چل کر اس کی مدد کو کہا مگر اس نے بابا کو تنہا نہ چھوڑنے کی وجہ سے حدید کو ابراہیم صاحب کے پاس ہی بیٹھے رہنے کا کہا۔ گاڑی کچھ دور پارک تھی وہ اسی طرف جا رہی تھی۔ وہ گاڑی کے قریب تھی جب اسے صوفیا کی کال آئی۔

"کہاں ہو کنزی؟ میں آگئی ہوں۔" وہ مارے جوش کے بولی اور کنزہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس کے بتائے وقت سے دو گھنٹے پہلے ہی تشریف لا چکی تھی۔

"ابھی میں فیملی کے ساتھ تھی یار" اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"واو پھر تو اور بھی زیادہ مزہ آئے گا۔ میں انکل سے بھی مل لوں گی۔ اب جلدی بتاو کدھر ہو تم لوگ۔"

اس نے بھی ڈھٹائی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ کنزہ الجھن کا شکار ہوئی۔ مگر اب وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ اس نے اسے اپنی لوکیشن بھیجی تو وہ دو منٹ میں اس کے سر پہ آدھمکی۔

"یار سوری لیکن تمہیں تو پتا ہے میرا ایکسائٹمنٹ کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔"

اسے اندازہ تھا کہ وہ ان کے فیملی ٹائم میں آدھمکی تھی۔

"اب کیا فائدہ۔ خیر میں یہ کھانا دے آوں پھر چلتے ہیں سیٹ کی طرف۔"

www.novelsclubb.com

وہ گاڑی کی ڈگی سے سامان باہر نکالنے لگی۔ صوفیا اس کی مدد کروانے لگی۔

"انکل کے علاوہ بھی کوئی آیا ہے کیا؟"

آہ۔۔۔انسان اور اس کے تجسس

"ہاں" مصروف سا جواب۔

"کون؟" جاننے کی کوشش

"حدید" یک لفظی جواب

"نا کرو۔ وہ تمہارا حد درجے کا سنجیدہ کزن پکنک پہ کیسے آگیا۔" وہ صدمے سے بولی۔

"تو تمہیں کس کی امید تھی؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"کم از کم حدید کی تو نہیں تھی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"وہ ایسا نہیں ہے۔" اس نے صفائی پیش کی۔

"میں نے تو اس کو ہمیشہ خطرناک حد تک سنجیدہ ہی دیکھا ہے۔" وہ اپنی رائے دینے لگی۔

"بس وہ ہر ایک سے فرینک نہیں ہوتا۔ اسے ہر ایک سے گھلنا ملنا نہیں پسند۔" وہ مزید صفائی دینے لگی۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔" صوفیا نے سمجھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں کھانا لے کر پکنک سپاٹ کی طرف بڑھیں۔ اسی وقت حدید کے نمبر پہ ایک کال آئی تو وہ ابراہیم صاحب سے ایکسکیوز کرتے سائیڈ پہ چلا گیا۔ ابراہیم صاحب سے سلام دعا کرنے کے بعد وہ کنزہ کو کھینچنے لگی تو کنزہ اس کے ساتھ سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

شوٹنگ شروع ہو چکی تھی۔ سین کو فلمانے کے لیے توصیف پوری دلجمعی سے متوجہ تھا۔ نور اور رودابہ کا سین فلمایا جارہا تھا۔ کنزہ اور صوفیا سیٹ کے قریب پہنچ چکی تھیں۔ کنزہ کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی مگر صوفیا تو ندیدوں کی طرح ان کی ایکٹنگ دیکھ رہی تھی۔ دور بیٹھے ابراہیم صاحب کبھی نظر کنزہ کی طرف ڈالتے تو کبھی حدید کی جانب جو دریا کے کنارے کھڑا کسی سے فون پہ بات کرنے میں مشغول تھا۔ انہیں صوفیا پہ کچھ کچھ غصہ آرہا تھا۔ اس نے ان کا فیملی ٹائم برباد کردیا تھا۔

ایک سین فلمانے کے بعد چند منٹ کا بریک لیا گیا۔

www.novelsclubb.com

"کنزی یہ گرین وائٹ ڈریس والی لڑکی کتنی پیاری ہے نا۔"

وہ زخرف کو دیکھ کر دیکھتی ہی جارہی تھی۔ کنزہ نے اب غور سے اس پاکستانی جھنڈے کو دیکھا۔

"ہے تو سہی"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے تعریف میں کمی نہیں کی۔

"اچھا اب چلو مجھے اس سے ملنا ہے۔"

وہ اس کو زخرف کی جانب گھسیٹنے لگی۔

"چل تو رہی ہوں یار۔" کنزہ کو اس کے پاگل پن سے اب کوفت ہو رہی تھی۔

انسان اتنا بھی کسی سے اوبسیس نہ ہو۔ چونکہ وہ دونوں دکھنے سے ہی اچھے گھرانے کی لگ رہی تھیں اس لیے کسی نے انہیں روکا نہیں اور وہ سیٹ کی پیاری ایکٹریس کے پاس چلی آئیں۔

"ہیلو بیوٹیفل" صوفیا نے زخرف کے پاس پہنچ کر اسے پیارے سے طرز تخاطب سے مخاطب کیا۔ زخرف نے نووارد کو دیکھا۔ وہ پھولے گالوں والی، سرخ و سفید رنگت کی پیاری لڑکی تھی۔

"ہائے" نور نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ ہوا کے دوش پہ اڑتے بالوں کو انگلیوں سے چہرے سے ہٹایا۔ ہاتھوں کو سینے پہ باندھا۔ شاید یہ ٹھنڈ سے بچنے کی ناکام سی کوشش تھی۔

"آپ بہت اچھی اداکارہ ہیں۔ آپ نے سین میں ایک بھی غلطی نہیں کی۔" وہ اس کے پچھلے سین کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھی۔

"تھینکس" اس نے اپنی شان میں پڑھنے جانے والے قصیدے کو داد کے ساتھ وصول کیا۔

"یہ میری دوست ہے کنزی۔ ہم دونوں آپ کی شوٹنگ دیکھنے آئے ہیں۔ حالانکہ کل ہمارا پیپر ہے۔" وہ زخرف کی گڈ بکس میں آنے کے لیے ایک کی دو لگا کر بتا رہی تھی اور کنزہ اس میسنی کو دیکھ کر رہ گئی۔

"خود تو ہے ہی پاگل، میرا بھی امیج خراب کر رہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

ہلکی آواز میں بڑبڑائی۔ وہ اپنی دوست کا دل نہیں توڑ سکتی تھی۔ اس لیے زبردستی مسکرا دی۔ نور نے ایک نظر کنزہ پہ ڈالی۔ وہ بھوری پینٹ کے ساتھ خاکی رنگ کی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ بھوری جیکٹ کے اوپر خاکی مفلر لیا ہوا تھا جو گلے کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ وہ دکھنے میں ایک جاذب نظر لڑکی تھی جس کے چہرے سے معصومیت عیاں ہو رہی تھی۔ کنزہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ جس پہ وہ بھی جواباً مسکرائی۔ دور کھڑی رودابہ جل بھن کر سوا ہوئی۔ مرکزی ہیروئین وہ تھی اور لوگ فین زخرف کے تھے۔

"آپ کی اگلی شوٹنگ کہاں پر ہوگی۔ میں آنا چاہوں گی۔" صوفیا نے جوش اور خوشی سے پوچھا۔

"شیور" وہ اسے اپنی اگلی شوٹنگ کی جگہ بتا رہی تھی اور کنزہ بے دلی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے نگاہیں ارد گرد گھمائیں تو حدید پہ نگاہیں ٹھہر گئیں۔ وہ ابراہیم صاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ بائیں ہاتھ کو مٹھی کی صورت گال پہ دھرے وہ دھیما

www.novelsclubb.com

سا مسکرا رہا تھا اور کنزہ کو اپنے دل میں ہلچل محسوس ہو رہی تھی۔ پھر صوفیا کے بلانے پہ وہ واپس ان کی فضول باتیں (بقول کنزہ) سننے لگی۔ ابراہیم صاحب اب کھانے میں مشغول تھے جو حدید انہیں زبردستی کھلوا رہا تھا کیونکہ انہیں دوا بھی لینی تھی۔ جانے یہ کس کی نگاہوں کا ارتکاز تھا کہ حدید نے چہرہ پھیر کر ان کی جانب دیکھا۔ دونوں کے مقامات میں فاصلہ تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات نہ بھانپے جا سکتے۔ زخرف کی نگاہیں خود پہ مرکوز پا کر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ جواباً زخرف نے کڑے تاثرات سے اس کو دیکھا۔ اسی وقت کنزہ نے مڑ کر حدید کو دیکھا تو اسے اپنی جانب دیکھتا پایا۔ اس نے ہاتھ لہرایا اور پھر اسے یہاں آنے کا اشارہ کرنے لگی۔ نور نے ان کی بے تکلفی دیکھی۔ حیرت تو یہ تھی کہ حدید اس کے ایک بار بلانے پہ ان کی طرف آ رہا تھا۔ ابراہیم صاحب سے ایکسکیوز کرتے وہ ان کی طرف بڑھا اور پھر کنزہ سے چند قدم کے فاصلے پہ رکا۔

www.novelsclubb.com

"حدید یہ پاکستانی ایکٹریس ہیں۔ آہ۔۔۔ میں آپ کا نام پوچھنا بھول گئی۔" کنزہ نے تعارف کروانے کی کوشش کی مگر بری طرح ناکام ہوئی۔

"زخرف۔۔۔زخرف نور"

نور نے زور ڈالتے ہوئے اپنا نام بولا۔ حدید نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی کیونکہ زخرف کا پارہ اس کو دیکھ کر ہی چڑھ چکا تھا۔

"یہ آپ کے بھائی ہیں؟"

زخرف نے بھی ان سے علیک سلیک کر ہی لیا اور ایسا کیا کہ حدید کو اپنا قہقہہ روکنا مشکل لگنے لگا۔ مگر وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ یہ اظہار کرتا سو سنجیدہ رہنے کی کوشش کرنے لگا جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا۔

"ارے نہیں" کنزہ نے جھٹ جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"پھر ہسبینڈ؟" حدید کو اچھو لگا۔اسے زخرف سے اس بات کی امید نہیں تھی۔ مگر اس نے تو اس کی امیدیں توڑنے کی قسم کھا رکھی تھی۔کنزہ کے چہرے پہ شرمگیں سی مسکراہٹ در آئی۔

"نہیں حدید میرا کزن ہے۔" وہ حدید کو ہمیشہ اپنا کزن کہہ کر ہی متعارف کرواتی تھی۔

"او آئی سی" سمجھنے والا انداز تھا۔

"نور اٹس شوٹنگ ٹائم" اسامہ نے اس کے پاس آ کر کہا۔جس پہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آئی ایم کمنگ" نور نے جواب دیا تو وہ چلا گیا۔نور واپس سیٹ کی طرف جانے لگی جب صوفیا جھٹ بول پڑی۔

"میں آپ کی اگلی شوٹنگ میں بھی آوں گی زرخ۔۔"صوفیا جوش سے بول رہی تھی کہ اس کے نام پہ آکر اس کی بریک لگی۔

"آپ کا نام بہت مشکل ہے۔"اس نے اپنی غلطی کا ملبہ بھی اس کے نام پہ ہی ڈال دیا۔

"میں خود بھی بہت مشکل ہوں۔"مخاطب وہ صوفیا سے تھی مگر جواب یہ حدید کے لیے تھا۔جسے وہ سمجھ چکا تھا۔ذرا کی ذرا نگاہ ان پہ ڈال کر وہ پلٹی ہی تھی کہ شور کی آواز پھیل گئی۔روداب جو کہ دریا کے کنارے کھڑی سیلفی بنا رہی تھی وہ فون سمیت دریا میں گر چکی تھی۔سیٹ پہ بھگدڑ مچ گئی۔افسوس کہ ٹیم میں سے یہاں تیراکی بھی کسی کو نہیں آتی تھی۔توصیف پاس موجود عملے کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھ رہا تھا کہ کیا کسی کو تیراکی آتی ہے۔مگر جواب صفر۔

www.novelsclubb.com

"آپ کو تو تیرا کی آتی ہو گی آپ مدد کر دیں ہماری۔" توصیف منظر عام پہ موجود حدید کے پاس آ کر بولا۔ فلم ڈائریکٹر رونے کو تھا۔ رودابہ پانی میں ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ وہ ایک جان کا نقصان اپنی جان پہ ڈالنے کا متحمل نہیں تھا۔

"حدید کو ایکوافوبیا ہے۔ وہ آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔" کنزہ فوراً سے پہلے بولی۔

ابراہیم صاحب بھی منظر کا حصہ بن چکے تھے۔ بھگدڑ بھرے اس ماحول میں حدید گہری سوچ میں مبتلا ہوا۔

وہ سب رودابہ کی زندگی کے لیے دعا گو ہوئے اور مدد کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرنے لگے۔ ابراہیم صاحب نے اپنے جاننے والے سے رابطہ کر کے انہیں فوری ماہر تیراک بھیجنے کا کہا۔ وہ مدد کا انتظار کرنے لگے اور پھر سب نے دیکھا کہ کسی نے دریا میں چھلانگ لگائی تھی۔ پانی کے چھینٹے اچھل اچھل کر دور دور تک گرے تھے۔ پاس موجود لوگوں پہ ان چھینٹوں کی بوچھار ہوئی جس پہ وہ ہڑبڑا کر رہ گئے۔ سب کا سانس ساکت ہوا۔ وہ اس شخص کو دیکھنے کے لیے متجسس ہوئے جس کے

باعث ان پہ پانی کی بوچھار ہوئی۔ دریا میں موجود پانی میں ان چھینٹوں کے بیچ وہ کوئی اور نہیں زخرف تھی۔ وہ آدم محمود کی زخرف تھی جس کی پرورش عائشہ دانیال نے کی تھی۔ وہ صرف ایک ٹک ٹاکر نہیں تھی۔ وہ تیراکی بھی جانتی تھی اور نہ جانے وہ اور کیا کیا جانتی تھی؟

وہ ماہرانہ انداز میں ہاتھ پاوں مار کر رودابہ کو کنارے تک لا رہی تھی۔ سارا عملہ ان کے گرد جمع ہونے لگا۔ جیسے ہی وہ کنارے تک پہنچی سب نے آگے بڑھ کر رودابہ کو باہر کھینچا۔ وہ باہر آئی تو زخرف بھی باہر نکلی۔ رودابہ کو فرسٹ ایڈ دی جانے لگی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔ ٹیم نے فوری اس پہ دھیان دیا۔ زخرف چونکہ خود تیراکی جانتی تھی اس لیے لوگ اس وقت رودابہ کی ہی جانب متوجہ تھے۔ زخرف کا جسم سردی کی شدت سے کپکپانے لگا تھا۔ مانا کہ وہ تیراکی جانتی تھی مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ سردی میں شاور بھی گرم پانی سے لیتی تھی اور اب اتنے ٹھنڈے پانی میں بھیگنے کے بعد اسے حرارت کی ضرورت

www.novelsclubb.com

تھی۔اس کے مصنوعی لینز اسے سخت الجھن دے رہے تھے۔اس نے بمشکل اپنی آنکھوں کو ان سے آزاد کیا۔آتے جاتے لوگ بھی رک کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔رودابہ کا سانس بحال ہو چکا تھا۔ٹیم نے سکھ کا سانس بھرا۔سب نور کو داد دے رہے تھے۔ان میں کنزہ اور ابراہیم بھی تھے۔صوفیا تو باقاعدہ زخرف کے نعرے لگا دینے کو تیار کھڑی تھی۔لیکن اسے اس وقت اس چیز کی ضرورت اور چاہ نہیں تھی۔اسے جس شے کی ضرورت تھی وہ حدید عالم نے دی۔آہستگی اور نرمی سے اپنی جیکٹ کو اس کے شانوں پہ رکھا۔یکلخت گرم کپڑے کو اپنے ٹھنڈے وجود پہ موجود پا کر وہ اس گرم کپڑے والے کو دیکھنے پہ مجبور ہوئی۔وہ جیکٹ دینے والا سخت پشیمان دکھ رہا تھا۔نور نے حیرت زدہ اس کو اور پھر اپنے اوپر اوڑھی جانے والی جیکٹ کو دیکھا۔وہ اس کے پاس زمین پہ بیٹھا ہوا تھا۔ہاتھ ابھی تک جیکٹ کے کناروں کو چھو رہے تھے جو نور کے شانوں کو ڈھانپ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔وہ لوگوں سے بھرے مجمعے میں پانی میں کود ی تو حدید

www.novelsclubb.com

کا دل چاہا کہ خود کو لعنت کرے۔ وہ اس ٹھنڈ میں نم کپڑوں میں سردی سے کانپ رہی تھی تو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دنیا کے ہر گرم کپڑے کو لا کر اس پہ اوڑھا دے۔

حدید نے اپنی نظریں اس کے نم چہرے پہ ڈالیں۔ وہیں نور نے اپنی نگاہیں اٹھائیں تو حدید کا دل چاہا وقت تھم جائے۔

وہ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اپنی آنکھوں کو مصنوعی رنگ میں چھپا لو ورنہ یہ اسے کہیں کا نہیں چھوڑیں گیں۔

"سوری" وہ اتنے دھیمے لہجے میں بولا کہ اگر وہ اس کے اتنے قریب نہ ہوتی تو کبھی نہ سن پاتی۔ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ جان نہ پائی کہ وہ کس بات کی معافی مانگ رہا تھا۔

توصیف اور اسامہ بھاگ کر نور کے پاس آئے۔ اسامہ نے اس پر کمبل اوڑھایا۔

سب نور سے اس کا حال احوال جاننے لگے۔ حدید کو اپنا آپ اس جگہ پہ انتہائی غیر اہم محسوس ہوا۔ وہ خاموشی سے پیچھے ہو گیا۔ اس کے دل پہ بوجھ بڑھ گیا۔

"کیا ہوا حدید؟"

کنزہ نے اس کے دائیں کندھے پہ ہاتھ رکھ کر پریشانی سے استفسار کیا۔ وہ اس کی زخرف کے لیے اتنی فکر پہ حیران زدہ تھی۔ جہاں لوگ رودابہ کو پوچھ رہے تھے ایک حدید ہی تھا جو زخرف کے پاس بیٹھا تھا۔

"کاش کوئی بابا کو بھی یونہی بچا لیتا۔" اس کے چہرے پہ جو اذیت رقم تھی اس پہ ابراہیم اور کنزہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ کنزہ کی غلط فہمی لمحوں میں دور ہوئی۔ حدید کے پرانے زخم ادھڑے تھے۔

"جو بیت چکا ہے اس پہ صبر کرو میرے بچے"

ابراہیم صاحب اس کو گلے لگا چکے تھے۔ کنزہ نے اپنے آنسوؤں کو آنکھوں سے باہر نکلتے پایا۔ وہ جب بھی حدید کو تکلیف میں دیکھتی تھی رو پڑتی تھی۔ وہ سچ کہتی تھی وہ حدید کے معاملے میں بے بس تھی۔

www.novelsclubb.com

"صبر ہی تو کر رہا ہوں ڈیڈ۔ مگر انسان ہوں۔ باپ کی موت کیسے بھول جاوں۔" وہ لاچاری اور بے بسی کی انتہا پہ تھا۔ دور موجود زخرف نے اس مرد کو دیکھا جو اس سے معافی مانگ کر گیا تھا۔ وہ ابراہیم کے گلے لگا ہوا تھا مگر اس کی نظریں زخرف کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ اس لمحے نور کو اس کی نگاہوں میں دیکھنا مشکل ترین امر لگ رہا تھا۔ وہ جوان مرد وہ نہیں تھا جس کو زخرف نے پچھلی ملاقات میں پایا تھا۔ وہ اسے سمجھنے سے قاصر تھی۔ عجیب انسان تھا وہ۔۔۔ بہت عجیب

"آپ ٹھیک ہیں نا؟"

صوفیا، نور سے پوچھ رہی تھی۔ اسے ان کی فیملی میں کھڑے رہنا اب مناسب نہیں لگا تھا اور ویسے بھی وہ اس پیاری لڑکی کی خیریت پوچھنا چاہتی تھی جس نے اصل زندگی میں ہیروئین بن کر دکھایا تھا۔

"ہاں" سردی کی شدت کا احساس کم ضرور ہو گیا تھا مگر ختم نہیں ہوا تھا۔

"آپ کو اپنے کپڑے تبدیل کرنے چاہیئے۔ ورنہ ٹھنڈ لگ جائے گی۔" اس نے نور کی حالت کے پیش نظر مخلصانہ مشورہ دیا جس پہ نور نے سر ہلایا۔

"ہاں یہ لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ چلو نور میں پہلے تم دونوں کو ہوٹل چھوڑ دوں۔" توصیف نے صوفیا کی بات کے جواب میں کہا۔ پھر اس نے نور کو سہارا دیا اور اسامہ نے رودابہ کو اور وہ دونوں ان دونوں کو گاڑی تک لائے اور اس میں بٹھایا۔ وہ جیکٹ اس نے ابھی تک اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ جانے کونسا احساس تھا جو اسے اس کی جیکٹ اوڑھنے سے محسوس ہو رہا تھا۔ جانے کیسی خوشبو تھی جو اسے اپنے آپ سے آنے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

دوسری جانب ابراہیم اور کنزہ اسے لیے گاڑی کی طرف آئے۔

"آج میں ڈرائیو کروں گی۔"

کنزہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولی۔ وہ اسے اس یاد سے باہر نکالنا چاہتی تھی۔

"میں ڈرائیو کر سکتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ اور وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتا ہے۔

"نائس۔ یہ لو چابی۔" اس نے کھلے دل سے اسے گاڑی کی چابی پکڑائی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ آکر بیٹھا۔ اگنیشن میں چابی گھمائی۔ انجن نے حرارت پکڑی، تیل نے کیمیائی رد عمل دیے اور گاڑی اپنا کام سرانجام دینے لگی۔ جس گاڑی میں نور موجود تھی وہاں سے گزرتے ہوئے اس نے ایک آخری بار اس کو دیکھنا چاہا۔ سب کی نظروں سے چھپا کر۔۔۔ صرف اپنی نظر سے۔

وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ خود میں سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔ اس کے گیلے بال اس کے ماتھے اور چہرے پہ چپکے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ صد شکر ورنہ حدید غرق ہو جاتا ان آنکھوں میں۔

وہ اس کے پاس سے گزر گیا۔ کیونکہ ابھی وہ رکنے کا کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

\-------------

توصیف ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر بیٹھا اور اسامہ اس کے برابر والی سیٹ پہ براجمان ہوا۔

"تم دونوں اب ٹھیک ہو؟" اسامہ نے پیچھے مڑ کر باری باری دونوں کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"گاڑی کا ہیٹر تیز کر دیں۔" نور بولی تو سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ توصیف نے فوری گاڑی کا ہیٹر تیز کیا تو ماحول میں حرارت بڑھنے لگی۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تمہیں ٹھنڈ سے مسئلہ ہو رہا ہے۔" اسامہ نے نور کی طبیعت بھانپتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے سردی سے الرجی ہے۔ میں زیادہ ٹھنڈ نہیں برداشت کر پاتی۔" وہ کانپتے الفاظ تھے جو اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے۔

"تم نے بہت بہادری دکھائی ہے نور۔ ہم تمہارے گرویدہ ہو گئے ہیں۔" اسامہ نے بلاتردد تعریف کی۔

"بہت شکریہ تمہارا۔ اگر تم وقت پہ مجھے نا بچاتی تو نہ جانے میرے ساتھ کیا ہو جاتا۔"

شرمندہ سی رودابہ بھی آنسوؤں کے درمیان بولی تو زخرف نے اس کو دیکھا۔ وہ شرم سے ڈوب مرنے کو تھی۔ ہر وقت اس سے حسد کرنے والی آج اس کی مشکور تھی۔

"اپنے سامنے کسی کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔" وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کس کے الفاظ دہرا رہی تھی۔

"تمہیں تیراکی بھی آتی ہوگی ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے تو تمہیں بہت نازک تصور کیا تھا۔" توصیف نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔

"میرے بابا آرمی آفیسر تھے۔اور میری تربیت ایسی ہی ہوئی ہے جیسی فوج میں رہنے والے سپاہی کی۔آپ لوگ مجھ سے کسی بھی چیز کی توقع رکھ سکتے ہیں۔" وہ فخریہ بول رہی تھی۔اپنے باپ کا ذکر اسے ہمیشہ تفاخر سے بھر دیا کرتا تھا۔

"بہت خوش قسمت ہیں تمہارے بابا۔" اسامہ نے رشک سے کہا۔

"اونہوں۔میں بہت خوش قسمت ہوں۔" اس نے تصیح کی۔

ہوٹل آچکا تھا۔وہ دونوں اپنے اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

کمرے میں پہنچ کر سب سے پہلے اس نے اپنے اوپر سے کمبل اتارا۔پھر اس جیکٹ کو خود سے علیحدہ کیا جو حدید نے اس پہ اوڑھی تھی۔

"اس نے مجھے سوری کیوں کہا؟" یہ سوال ایسا تھا جس کا جواب وہ ہر صورت جاننا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

لیکن فلحال تمام سوالات کو ایک طرف رکھ کر وہ فریش ہونے چلی گئی۔ گرم شاور لینے کے بعد اس نے گرم کپڑے پہنے۔ جرابیں اور دستانے پہن کر اسے مزید سکون ملا۔اس کی نظر میز پہ موجود جیکٹ اور کمبل پہ گئی۔ وہ گیلے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر دونوں کو اٹھایا اور بالکونی میں آئی۔ بالکونی میں موجود ٹیبل پہ کمبل کو پھیلایا اور جیکٹ کو ہاتھ میں تھامے کچھ دیر پکڑے کھڑی رہی۔اور پھر اگلے ہی پل وہ جیکٹ کی تلاشی لے رہی تھی۔نہ جانے وہ کوئی چپ ڈھونڈ رہی تھی یا کوئی ایسی شے جس سے وہ حدید کو بلیک میل کر سکے لیکن دور زمین پہ کھڑا حدید اس کو تلاشی لیتا دیکھ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"کوئی انسان اتنا بھی شکی اور موقع سے فائدہ اٹھانے والا نہ ہو۔" بے ساختہ اس نے کہا۔وہ لڑکی اس کی نیک نیتی پہ بھی شک کر رہی تھی۔

"شاید میں اس کے لیے قابل اعتبار نہیں ہوں۔" خود کو کہا۔اتنا تو وہ جان ہی چکا تھا کہ وہ اس پہ جلد اعتماد نہیں کرنے والی تھی۔

وہ جیکٹ کی تمام خفیہ اور ظاہری جیبیں جانچنے کے بعد مایوس ہوئی۔ پھر جیکٹ کو کرسی پہ تقریباً پھینکتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ اور حدید کو لگا جیسے وہ جیکٹ کو نہیں اس کو پھینک کر گئی ہو۔ اس نے نہایت بے دلی سے رخ موڑا۔

یہ فیصل آباد کے میڈیکل کالج کا منظر تھا جہاں سفید کوٹ پہنے طلبا یہاں سے وہاں جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ سرسبز باڑ نے ایک سڑک کو دو میں تقسیم کر کے نہایت دلکش نظارہ پیش کیا ہوا تھا۔ بڑے بڑے سرسبز درختوں نے ماحول کو بے حد پر سکون کیا ہوا تھا۔ یہ بہار کا موسم تھا۔ ہر درخت اور شاخ پہ رنگ برنگے پھول لگے ہوئے تھے۔ ان سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو نے سارے ماحول میں دلسوز فضا قائم کی ہوئی تھی۔ دائیں جانب کی سڑک پہ سفید کوٹ پہنے وہ دونوں باتوں میں مشغول ہنستی مسکراتی چل رہی تھیں۔ ایک نے بیگ پہنا ہوا تھا اور دوسری خالی ہاتھ تھی۔ دیکھنے پہ صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ دوسری لڑکی اپنی کتابیں پہلی

والے کے بیگ میں ڈالے ہوئے تھی کیونکہ پہلی والی کا بیگ معمول سے زیادہ بھاری تھا۔یہ ان کے ایم بی بی ایس کا تیسرا سال تھا۔وہ دونوں باتیں کرتیں پر سکون سی چل رہی تھیں جب ان کے ایک کلاس فیلو نے ان کے پاس سے گزرتے انہیں ایک اہم اطلاع دی۔

"جلدی چلو کلاس میں۔آج اس سمسٹر کی پہلی کلاس ہے پروفیسر کے ساتھ"

وہ لڑکا ہڑبڑی میں تھا۔

"بھاگ ایسے رہے ہو جیسے پروفیسر نہیں جلاد آرہے ہیں۔" پہلی لڑکی نے طنزیہ کہا۔

"پروفیسر لقمان آرہے ہیں۔اب بھی مزید کچھ سننا ہے۔"

وہ بتا کر چلا گیا۔اونہوں۔۔۔۔بھاگ گیا۔

www.novelsclubb.com

عائشہ اور نازش نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر بیک وقت تقریبا چلائیں۔ وہ دونوں تیزی سے کلاس کی طرف چلنے لگیں۔

"میں نے سنا ہے یہ بہت سخت پروفیسر ہیں۔ اگر انہوں نے پہلے ہی دن تاخیر سے پہنچنے پہ کلاس میں بے عزتی کر دی تو ہمارا کیا ہو گا۔" عائشہ تقریبا بھاگتے ہو کہہ رہی تھی۔ اسے اپنی عزت بہت عزیز تھی۔ وہ سب پروفیسرز کی پسندیدہ شاگردہ رہی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ ٹاپ کرتی تھی۔ لیکن اس پروفیسر کے بارے میں کافی چہ مگوئیاں سنی ہوئی تھیں۔ اس لیے وہ خطرہ نہیں لے سکتی تھی۔ دونوں نے مزید رفتار تیز کی۔

www.novelsclubb.com

پھولے سانس کے درمیان کالج کی سڑک پہ بھاگتی وہ دوں وں لڑکیاں کسی طرح بھی میڈیکل کی طالبات نہ لگتی تھیں۔

عائشہ پھرتی سے بھاگ رہی تھی۔ کیونکہ بیگ کا بوجھ بیچاری نازش اٹھا رہی تھی۔

دراصل ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے ایک دن عائشہ دونوں کی

کتب ایک ہی بیگ میں ڈالے اٹھاتی اور ایک دن نازش یہ ذمہ داری اٹھاتی۔اسی وجہ سے ان دونوں کے پاس بس ایک ہی بیگ ہوتا تھا۔

"تم تو پکا پہلے ہی دن ڈانٹ کھاو گی۔"

پیچھے کو دیکھتے ہوئے وہ نازش سے چلا کر کہہ ہی تھی۔اور اسی وقت اس کا ایک زبردست تصادم ہوا۔وہ پوری شدت سے سڑک پہ گری۔اور جو اس کے تصادم کی وجہ بنا تھا وہ اپنے ساتھ ہونے والی اس اچانک افتاد پہ حیرت کا شکار کھڑا رہا۔البتہ جھٹکا سخت تھا وہ بھی ہل کر رہ گیا تھا۔

"مر گئی میں۔ابھی تو میرا ایم بی بی ایس بھی پورا نہیں ہوا۔یا اللہ! ابھی تو میرے نام کے ساتھ ڈاکٹر بھی نہیں لگا۔" وہ زمین پہ بیٹھی اپنی خراشوں کو دیکھتے دہائیاں دے رہی تھی۔نازش جھپٹ کے اس کے سر پہنچی۔

"تم ٹھیک ہو عائشہ ؟" وہ زمین پہ اس کے پاس بیٹھتے اس کی چوٹوں کا ناکام سا معائنہ کرتے ہوئے بولی۔

"اندھی ہو گیا۔ دیکھ نہیں رہی کتنی چوٹیں آئی ہیں۔" وہ اسے جھڑکتے ہوئے بولی۔

اسی وقت کوئی تھا جو اس کے قریب زمین پہ بیٹھا۔

"ادھر دکھائیں۔" اس وجود نے نرمی سے اس کا پاؤں پکڑنا چاہا جس پہ موچ آئی تھی۔ ساتھ ہی چند خراشیں بھی ظاہر ہو رہی تھیں۔

"کیوں دکھاوں؟" اس نے دیکھے بغیر ترخ کر جواب دیا۔ نازش نے اس کے زخموں کی پرواکیے بغیر اسے کہنی ماری۔

"پروفیسر" وہ دھیمی آواز میں زور دے کر بولی۔ تاکہ وہ اس کی بات سمجھ جائے۔

"بیڑا ترجائے اس پروفیسر کا جس کی کلاس کے چکروں میں بھاگتے ہوئے میں زخمی ہو گئی۔" صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پروفیسر کی عزت افزائی میں مزید الفاظ بولنے کا ارادہ رکھتی تھی جس کو اسی وقت نازش نے تھامنا چاہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پروفیسر آپ اس کی بات نہ سنیں۔ یہ اوور ایکٹنگ کر رہی ہے۔ اگر یہ ڈاکٹر نہ بن رہی ہوتی تو پکا اداکارہ بنتی۔" وہ اپنی دوست کی بات کا اثر زائل کر رہی تھی۔ اور پروفیسر کے نام پہ عائشہ نے جھٹکے سے اس وجود کی طرف دیکھا جو گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھا اس کی خراشوں کو افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ یہ تو پروفیسر لقمان تھے۔

"بیڑا غرق ہو تیرا عائشہ" اس نے آنکھیں بند کیے خود کو کوسا۔

"سوری سر" وہ شرمساری سے بولی۔ صد شکر کہ پروفیسر کو علم نہ ہوا کہ وہ انہی کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھی۔

"آپ کو دھیان سے دیکھ کر چلنا چاہیے۔ ورنہ اپنا نقصان کروا لیں گیں۔"

وہ نہایت توجہ سے اس کے پاؤں کو پکڑے معائنہ کر رہا تھا۔ ساتھ ہی نصیحت بھی کر رہا تھا۔ عائشہ نے ان کو دیکھا۔ وہ اس میڈیکل کالج کے لیکچرار تھے مگر ان کی عمر زیادہ نہ تھی یا شاید وہ زیادہ عمر کے لگتے نہ تھے۔ وہ ڈیسنٹ، وجیہہ اور بارعب

شخصیت کے مالک تھے۔ان کے چہرے پہ سجی فریم لیس گلاسز نے ان کو جو جاذبیت بخشی تھی واللہ!

عائشہ مبہوت ان کو دیکھے گئی۔وہ بہت خوبصورت تھے۔وہ بہت عزت دار تھے۔وہ بہت نرم مزاج لگ رہے تھے۔جانے لوگوں نے ان کے بارے میں اتنی افواہیں کیوں پھیلائی تھیں۔وہ خود پہ قابو کھوتے یک ٹک ان کی دیدہ زیب شخصیت کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی چیخ گونجی۔پروفیسر لقمان اس کی موچ دور کرنے کے لیے پاوں کو مخصوص طرز سے جھٹکا دے چکے تھے۔وہ ہائے ہائے کرتی رہ گئی۔

"سوری لیکن یہ ضروری تھا۔ورنہ آپ سے چلنا پھرنا محال ہو جاتا۔اور یقیناً آپ عائشہ ہیں جن کی ابھی میرے ساتھ ہی کلاس ہے۔"

انہیں پروفیسر سے اتنی معلومات کی توقع نہ تھی۔مگر وہ کیسے بھول گئی تھی کہ وہ پورے کالج میں کافی مشہور تھی۔وجہ تھی اس کے گریڈرز۔وہ اس میڈیکل کالج

کی ہونہار طالبہ تھی۔اس نے بے بسی سے نازش کی طرف دیکھا جس پہ اس نے اسے کھا جانے والی نظر سے دیکھا کہ رک تجھے تو اب میں پوچھتی ہوں۔

"چلیں اٹھیں اب۔ورنہ کلاس کے لیے تاخیر کا شکار ہو جائیں گیں۔مجھے دیر سے آنے والے سٹوڈنٹس کو کلاس میں بٹھانے سے سخت الجھن ہے۔"وہ کہہ کر چلے گئے اور عائشہ،نازش کی ڈانٹ پہ رو دینے کو ہوئی۔

وہ فون پہ بجتی گھنٹی کو پچھلے چند لمحات سے حیرت زدہ دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے فورا کال اٹھائی اس سے پہلے کہ مقابل کا ارادہ بدل جاتا۔

"ہم مل سکتے ہیں؟"مقابل نے چھوٹتے ہی کہا۔

"یہ سوال ہے یا اجازت؟"اس نے شوخی سے کہا۔

"ہم مل سکتے ہیں؟"اس نے دباد با کر سوال دہرایا۔حدید کو اس کا لہجہ ہی یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ غصے سے بول رہی تھی۔

"بالکل ہاں ہم سکتے ہیں۔تم آفس آجانایا۔۔۔"حدید نے جواب دیا۔

"نہیں۔اس بار میں نہیں آؤں گی۔تم آو گے۔"

اس نے پوچھا نہیں بتایا تھا۔

"لوکیشن بھیج دینا کہاں آنا ہے اور وقت بھی بتا دینا۔"مصروف بزنس مین جو اپنے حساب سے چلتا تھا وہ اس سے اس کے وقت کے مطابق ملنے کو تیار تھا۔

"لوکیشن کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر؟"سوالیہ انداز

"ہم وہیں مل رہے ہیں جہاں آخری بار ملے تھے۔"بیڈ پہ بیٹھی زخرف نے گویا حکم سنایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"دریائے سپری کے کنارے؟"اس نے کنفرم کرنا چاہا۔

"ہوں"

مہر ثبت کی۔

"خیریت؟"

"بالکل۔ تمہیں تمہاری چیز لوٹانی ہے۔"وہ صوفہ پہ موجود اس کی جیکٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر تم جیکٹ کی بات کر رہی ہو۔تو تم رکھ سکتی ہو۔میں اتنا بھی بے مروت نہیں ہوں جو تم سے اپنی برینڈڈ جیکٹ کی واپسی کا تقاضا کروں۔"وہ بہت اچھے سے اسے اپنی مروت کی تعریف کرتا سن رہی تھی۔

"لیکن مجھے تمہاری برینڈڈ جیکٹ رکھنے کا کوئی شوق لاحق نہیں ہے۔آج گیارہ بجے وہیں پہنچ جانا۔"

www.novelsclubb.com

"گیارہ بجے میری میٹنگ۔۔"

"میں نے کہا گیارہ تو گیارہ حدید عالم۔ورنہ ملاقات نہیں ہوگی۔"اس نے تو دھمکی ہی دے ڈالی اور وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس دھمکی کو اگنور کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔میں پہنچ جاؤں گا۔"اس نے دھمکی کو سنجیدہ لے لیا۔زخرف نے ہوں کہتے فون رکھا۔حدید گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔اسے اپنا میٹنگ شیڈول تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

www.novelsclubb.com

وہ ٹھیک گیارہ بجے اسی مقام پہ موجود تھا۔اس نے نگاہیں دوڑا کر دیکھا وہ اس مقام پہ کھڑی تھی جہاں لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔دریا کے کنارے بغیر باڑ والے حصے کے پاس کھڑی وہ یوں پانی کو دیکھ رہی تھی گویا اس کی گہرائی بھانپ لینا چاہتی ہو۔ حدید نے دیکھا کہ وہ خالی ہاتھ کھڑی تھی۔اگر وہ اسے اس کی جیکٹ لوٹانے آئی

تھی تو اس کے پاس مطلوبہ چیز کا موجود ہونا بھی ضروری تھا مگر ایسا کچھ نظر نہ آیا۔ وہ اس کے قریب پہنچ کر رکا۔

"زخرف" اس کی پشت پہ کھڑے ہو کر اسے پکارا۔ وہ پلٹی اور اس انداز میں کہ خود دریا سے فاصلہ بڑھ گیا جبکہ حدید اس کی بہ نسبت اب دریا کے قریب تھا۔ وہ اس کے قریب ہوئی۔ حدید حیرت سے اس کی حرکت کو دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں ناسمجھی در آئی۔ وہ اس سے اس بات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ نور نے اس کے کان کے پاس اپنا چہرہ کیا اور پھر ایک سرگوشی کی۔

"میں جانتی ہوں تمہیں ایکوافوبیا نہیں ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اسے دریا میں دھکا دے چکی تھی۔ اس اچانک افتاد پہ حدید سنبھل نہ سکا اور دریا کے پانی میں انتشار برپا ہوا۔ اس جوان مرد کے گرنے سے پانی کے چھینٹے اس تک آئے جن کو آنکھوں کے سامنے ہاتھ کا چھجا بنا کر وہ اپنے چہرے تک کی رسائی روک چکی تھی۔ چھینٹے زمین پہ گر کر ختم ہوئے تو وہ اس کو غور سے دیکھنے

لگی جو اس کی مہربانی سے خشک زمین سے پانی کا حصہ بن چکا تھا۔ حدید نے چند پل کوئی خاص رد عمل نہیں دکھایا۔ پھر اچانک اس نے زور زور سے پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔ وہ پانی میں ڈوب رہا تھا۔ وہ مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ چند پل گزرے اور پھر زخرف نے دیکھا کہ ایک لڑکا بھاگ کر آتے ہوئے دریا میں کودا۔ چند لمحات میں وہ حدید کو لے کر باہر نکلا۔ حدید کا سانس پھول رہا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔ اس کے بھیگے کپڑے جسم پہ چپک رہے تھے۔ بال ماتھے پہ چپک چکے تھے۔ پانی کی بوندیں چہرے پہ جا بجا قطروں کی صورت موجود تھیں۔

"تمہارا دماغ خراب ہے؟ کوئی ایسے کسی کو پانی میں دھکا دیتا ہے۔ حدید کو ایکوا فوبیا ہے۔ اگر میں وقت پہ نہ آتا تو جانتی بھی ہو اس کے ساتھ کیا ہو سکتا تھا۔" وہ پرکشش خوب صورت مرد سیخ پا ہوا اسے جھڑک رہا تھا۔

"جانتی ہوں کیا ہو سکتا تھا۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"حدید تم ٹھیک ہو ناں؟" وہ اپنی توجہ حدید کی طرف کر گیا۔اس نے نہایت فکر مندی سے اس سے پوچھا۔

"زید میں بہت خوفزدہ ہو گیا تھا۔" وہ کسی معصوم بچے کی طرح کہنے لگا۔ڈر اور خوف اس کے چہرے پہ نقش ہوا تھا۔زید نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"کیا اب تم جاو گی یہاں سے؟" وہ غصے سے زخرف سے مخاطب ہوا۔

"کیوں نہیں" اسے کوئی فرق نہیں پڑا اس کے غصے کا۔وہ فلحال وہاں سے چلی گئی۔ وہ جو جاننا چاہتی تھی وہ جان چکی تھی۔

زید، حدید کو سہارا دے کر گاڑی تک لایا پھر اس کے گھر کی طرف گاڑی موڑی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے حدید کو دیکھنے لگا جو کانپ رہا تھا۔نہ جانے یہ سردی کے باعث تھا یا خوف کے۔

"میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں؟"اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مجھے بس گھر جانا ہے۔"وہ کانپتے لہجے میں بولا۔ جس پہ وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔

گھر کے باہر پہنچ کر اس نے گاڑی روکی اور پھر اسے لیے گھر کے اندر بڑھا۔

"اگر مجھے کچھ ہو جاتا؟"وہ خوف زدہ لہجے میں اونچی آواز میں خود سے مخاطب ہوا۔

زید کو اس بات کا سکون تھا کہ وہ محفوظ ہے۔

"زیادہ کچھ نہیں بس میرے پیسے مر جاتے۔"زید واپس اپنی ٹون میں آیا۔ حدید نے ناراضی سے اسے دیکھا۔وہ سنجیدہ تھا اور زید انتہائی غیر سنجیدہ۔

"میں سو فیصد کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جو اس لڑکی سے شادی کرنے جا رہے ہو۔آج وہ تمہیں جانتے بوجھتے دریا میں دھکا دے گئی ہے۔ کل کو گولی مار دے گی۔"وہ واپس سنجیدہ ہوا بلکہ آگ بگولا کہنا مناسب تھا۔

"وہ جذباتی ہے بس اور کچھ نہیں۔اور ہو سکتا ہے وہ جانتی ہی نہ ہو کہ مجھے ایکوافوبیا ہے۔"اس نے زخرف کا دفاع کیا۔

"یہ کیسے جذبات ہیں جس میں تم فضول میں مارے جاوگے۔"وہ ابھی اسے اس کے ارادے سے ہٹانے میں مشغول تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔تم بس عورتوں کی طرح ایک کی دو لگا کر بتا رہے ہو۔"وہ منہ بنا کر بولا۔ساتھ ہی سٹینڈ سے رموٹ اٹھا کر ہیٹر آن کیا۔

"کل کو مر مرا گئے میرے تو پیسے مر جائیں گے۔"وہ صاف گوئی سے بولا۔اور اصل وجہ بیان کی۔

www.novelsclubb.com

"فکر مت کرو۔تمہیں دے کر ہی مروں گا۔"

حدید نے چبا کر کہا۔حد تھی اس کی لالچ پہ

"سٹیمپ پیپر پہ لکھ کر دو۔"وہ دوبدو بولا۔پیسے کے معاملے میں وہ رسک کیوں لیتا؟

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"خدایا! تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا زید" اس نے دہائی دی۔

"کیوں نہیں کچھ ہو سکتا۔ میری شادی ہو سکتی ہے وہ بھی امیر لڑکی سے۔" حدید نے افسوس سے سر جھٹکا۔ پتا نہیں اس لڑکے کو وہ امیر لڑکی کب ملنی تھی جس سے شادی کے خواب اسے خواب میں بھی آتے تھے۔

ہمایوں کمال کے جانے کے بعد انہوں نے گھر جانے کے لیے پارکنگ کا رخ کیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر چابی لگائی۔ گاڑی سٹارٹ ہوئی۔ انہوں نے ہسپتال کی حدود سے گاڑی کو باہر نکالا۔ گاڑی سرمئی سڑک پہ اپنا نقش چھوڑے بڑھنے لگی۔

وہ آج خوش تھیں۔ بھائی نے عرصے بعد انہیں یاد کیا تھا۔ مگر وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ قصور ان کا بھی ہے۔ انہوں نے بھی تو پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

وہ سوچ رہی تھیں کہ انہیں نور کو اس ملاقات سے آگاہ کرنا چاہیئے یا نہیں۔

سامنے موڑ آیا تو انہوں نے گاڑی کا رخ موڑا۔ اسی وقت۔۔۔ عین اسی وقت ان کی گاڑی ایک تیز رفتار ٹرالے سے ٹکرائی۔ لمحوں کا کھیل تھا جو تمام ہوا۔

کسی نے فون پہ آنے والے پیغام کو پڑھ کر افسوس کا مظاہرہ کیا۔

گاڑی کی سیٹ پہ بہتا سرخ خون انسانی خون کے سفید ہو جانے پہ ماتم کناں ہوا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-

www.novelsclubb.com